QUARTERLY, PEER REVIEWED
al-amir
ISSN(P): 2790-931X ISSN(E): 2790-9328
E-Mail: editor.alamir@gmail.com

Economic Sanctions as Tools of Exploitation: Western Coercion vs. the Qur'anic Jurisprudence of *Muqāṭaʿah*

معاشی پابندیاں بطور آلۂ استحصال: مغربی جبر بمقابلہ قرآنی فقہِ مقاطعہ

Dr. Hafiz Ruvaifa Khan
Lecturer, Department of Quranic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Punjab, Pakistan. Email: hafiz.ruvaifa@iub.edu.pk
Hafiz Abdul Basit
Lecturer in Islamic Studies, Government Graduate College, Bahawalnagar / Ph.D. Scholar, Dept. of Qur'anic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan. Email: hafizabdulbasitchishti@gmail.com

Submission Date: 02 September 2026
Review Date: 07 September 2026
Acceptance Date: 18 September 2026
Publication Date: 21 September 2026

Article Link: https://alamir.com.pk/index.php/ojs/article/view/359

Abstract

Economic sanctions have increasingly evolved into primary instruments of statecraft in modern international conflicts, with Western powers employing coercive economic measures to enforce political submission upon weaker nations. Rather than fostering global peace, these unilateral sanctions frequently precipitate severe humanitarian crises by systematically restricting access to essential goods, food, and medicine, thereby inflicting disproportionate harm on non-combatants.

This study critically examines modern economic sanctions as mechanisms of geopolitical exploitation, contrasting them with the ethical framework of economic boycotts (*Muqāṭaʿah*) within Qur'anic jurisprudence. Utilizing a qualitative research design rooted in classical Islamic legal texts, historical precedents, and contemporary international legal standards, this paper analyzes the structural and ethical divergences between Western economic coercion and Islamic international law (*Siyar*).

While the Qur'an validates economic measures to resist aggression, it imposes rigorous ethical constraints that strictly prohibit collective punishment and the targeting of vulnerable populations. Islamic jurisprudence mandates that economic pressure must remain strictly targeted at active aggressors, ensuring that non-combatants, women, children, and vulnerable groups are never deprived of fundamental human necessities.

The findings indicate that whereas modern sanctions regimes frequently violate fundamental human rights under the guise of international law, the Qur'anic doctrine of *Muqāṭaʿah* offers a principled, proportioned, and highly ethical paradigm for resisting oppression while preserving human dignity. The paper concludes with recommendations for integrating Islamic ethical frameworks into global dispute resolution mechanisms.

Keywords: Economic Sanctions, *Muqāṭaʿah* (Boycott), Islamic Jurisprudence (*Siyar*), Western Coercion, Collective Punishment, Economic Resistance, Dispute Resolution.

تمہید:

موجودہ دور کی بین الاقوامی سیاست میں جنگ کا تصور پوری طرح بدل چکا ہے۔ اب جنگیں صرف سرحدوں پر توپوں اور طیاروں سے نہیں لڑی جاتیں، بلکہ معیشت اور تجارت کو ایک ہولناک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مغربی طاقتیں، بالخصوص امریکہ اور اس کے اتحادی، جب کسی کمزور یا مخالف ملک کو عسکری طور پر زیر نہیں کر پاتے، تو وہ اسے معاشی طور پر مفلوج کرنے کا راستہ اپناتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے جو طریقہ سب سے زیادہ استعمال ہوتا ہے، اسے بین الاقوامی قانون کی زبان میں "معاشی پابندیاں " (Economic Sanctions) کہا جاتا ہے۔

بظاہر ان پابندیوں کا مقصد دنیا میں امن قائم کرنا یا مخالف حکومتوں کو ظلم سے روکنا بتایا جاتا ہے۔ لیکن زمینی حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ پابندیاں دراصل ایک ایسا استحصالی اور ظالمانہ ہتھیار بن چکی ہیں، جن کا سب سے زیادہ نقصان مخالف فوج یا حکومت کو نہیں، بلکہ اس ملک کے غریب اور نہتے عوام کو اٹھانا پڑتا ہے۔ جب کسی ملک پر عالمی پابندیاں لگتی ہیں تو وہاں خوراک، ادویات اور روزمرہ کی بنیادی ضروریات کی شدید قلت پیدا ہو جاتی ہے۔ بچے، بوڑھے اور بیمار اس معاشی جبر کا سب سے پہلا نشانہ بنتے ہیں۔

مشہور امریکی مصنفہ جوائے گورڈن (Joy Gordon) نے اپنی کتاب "پوشیدہ جنگ (Invisible War) "میں ان پابندیوں کو جدید دور کا بدترین خاموش ہتھیار قرار دیا ہے۔ ان کے مطابق، یہ پابندیاں ایک پوری قوم کو اجتماعی سزا (Collective Punishment) دینے کے مترادف ہیں، جو کہ بنیادی انسانی حقوق کی صریح خلاف ورزی ہے۔[1]

اس مغربی استحصالی نظام کے بالکل برعکس، اسلام کا بین الاقوامی قانون نہایت متوازن اور انسانیت نواز ہے۔ کیا اسلام دشمن کے خلاف معاشی دباؤ ڈالنے کی اجازت دیتا ہے؟ اس کا جواب اثبات میں ہے۔ اسلامی فقہ میں اس عمل کو ("مُقَاطَعَہ / Boycott) کہا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے ظالم یا جارح فریق کے ساتھ تجارتی اور معاشی تعلقات منقطع کر لینا۔

لیکن مغربی پابندیوں اور قرآنی مقاطعہ میں ایک بنیادی اور اخلاقی فرق ہے۔ مغرب کی معاشی پابندیاں اندھی ہوتی ہیں، جو ظالم حکمران اور مظلوم عوام میں کوئی فرق نہیں کرتیں۔ جبکہ اسلام کا قانونِ مقاطعہ قطعی طور پر اس بات کی ممانعت کرتا ہے کہ کسی دشمن قوم کے عام شہریوں، بچوں یا کمزوروں کو بھوک اور پیاس کا نشانہ بنایا جائے۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے دشمنی میں حد سے گزر جانے اور عام انسانیت کی معیشت (فصلوں اور وسائل) کو تباہ کرنے والوں کی سخت مذمت کی ہے۔ سورۃ البقرہ میں ایک ظالم اور استحصالی حکمران کی ذہنیت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

> **"وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ "**
>
> اور جب وہ لوٹ کر جاتا ہے تو زمین میں بھاگ دوڑ کرتا ہے تاکہ اس میں فساد پھیلائے اور فصل اور نسل کو تباہ کر دے، اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔[2]

اس آیتِ مبارکہ میں "اَلْحَرْثَ" (فصل / زراعت) اور "النَّسْلَ" (نسل / جانور یا انسان) کا ذکر دراصل کسی قوم کے بنیادی معاشی اور حیاتیاتی وسائل کی طرف اشارہ ہے۔ قرآنی فقہ کا یہ واضح اصول ہے کہ دشمن کی معیشت کو اس حد تک تباہ کرنا کہ عام انسانوں کے لیے روٹی اور روزگار کے دروازے بند ہو جائیں، یہ زمین میں "فساد" ہے، اور اللہ تعالیٰ کو فساد کسی صورت پسند نہیں۔

آج کے دور میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ بڑی طاقتیں اسرائیل جیسے ممالک کی پشت پناہی کرتی ہیں اور فلسطینیوں پر پانی، خوراک اور ادویات کی بندش لگا کر انہیں قحط کا شکار کرتی ہیں، تو یہ جدید معاشی پابندیوں کا سب سے ظالمانہ چہرہ ہے۔ اگلے صفحات میں ہم اس بات کا تفصیلی جائزہ لیں گے کہ مغربی معاشی پابندیوں کا اصل ایجنڈا کیا ہے، اور اس کے مقابلے میں قرآنی فقہِ مقاطعہ کس طرح ایک جائز، اخلاقی اور انسانی حقوق کا محافظ معاشی ہتھیار فراہم کرتی ہے۔

- **جدید معاشی پابندیوں کی حقیقت: اجتماعی سزا اور انسانی حقوق کی پامالی**

جدید بین الاقوامی قانون میں اقوام متحدہ کے چارٹر (UN Charter) کی دفعہ 41 کے تحت سلامتی کونسل کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ عالمی امن برقرار رکھنے کے لیے فوجی طاقت کے استعمال کے بغیر، معاشی پابندیاں لگا سکتی ہے:

> "The Security Council may decide what measures not involving the use of armed force are to be employed to give effect to its decisions... These may include complete or partial interruption of economic relations..."[3]
>
> "سلامتی کونسل یہ فیصلہ کر سکتی ہے کہ اس کے فیصلوں پر عمل درآمد کے لیے مسلح طاقت کے استعمال کے بغیر کون سے اقدامات کیے جائیں... ان میں معاشی تعلقات کا مکمل یا جزوی انقطاع (بائیکاٹ) شامل ہو سکتا ہے۔"

بظاہر یہ قانون پرامن لگتا ہے، لیکن جب ہم اس کا عملی جائزہ لیتے ہیں، تو یہ ایک انتہائی ظالمانہ اور استحصالی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بڑی طاقتیں، بالخصوص مغربی ممالک، اس قانون کی آڑ میں اپنے سیاسی مفادات پورے کرتے ہیں۔ جب کوئی کمزور ریاست ان کی مرضی کے خلاف چلتی ہے، تو اس پر عالمی تجارتی دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔

ان جدید معاشی پابندیوں کی سب سے بڑی خامی اور ظلم یہ ہے کہ یہ "اجتماعی سزا (Collective Punishment) " کے اصول پر کام کرتی ہیں۔ جب کسی ملک کا معاشی محاصرہ کیا جاتا ہے، تو اس کا نشانہ وہاں کے عام شہری ہوتے ہیں۔ یہ ایک عجیب تضاد ہے کہ ایک طرف تو چوتھے جنیوا کنونشن (1949) کا آرٹیکل 33 واضح طور پر کسی بھی قوم کو اجتماعی سزا دینے سے منع کرتا ہے:

> "No protected person may be punished for an offence he or she has not personally committed. Collective penalties and likewise all measures of intimidation or of terrorism are prohibited."[4]
>
> "کسی بھی محفوظ شخص کو ایسے جرم کی سزا نہیں دی جا سکتی جو اس نے ذاتی طور پر نہ کیا ہو۔ اجتماعی سزائیں اور اسی طرح ڈرانے دھمکانے یا دہشت گردی کے تمام اقدامات ممنوع ہیں۔"

اور دوسری طرف نام نہاد مہذب دنیا معاشی پابندیوں کے ذریعے پوری کی پوری بستیوں کو بھوک، پیاس اور بیماریوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ ڈیوڈ کورٹ رائٹ (David Cortright) جیسے ماہرینِ قانون نے تسلیم کیا ہے کہ جامع معاشی پابندیاں دراصل عام شہریوں کے خلاف ایک خاموش جنگ ہیں، جو فوجی کارروائی سے بھی زیادہ تباہ کن ثابت ہوتی ہیں۔[5]

قرآنی قانونِ عدل اور شخصی ذمہ داری کا اصول

مغربی پابندیوں کے اس اندھے اور ظالمانہ تصور کے بالکل برعکس، قرآنِ کریم کا قانونِ عدل اس بات کی سختی سے ممانعت کرتا ہے کہ کسی ایک شخص، گروہ یا حکمران کے جرم کی سزا پوری قوم کو دی جائے۔ اسلامی قانون کا سب سے بڑا اور بنیادی اصول "شخصی ذمہ داری (Individual Responsibility) "ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انتہائی واضح اور دو ٹوک الفاظ میں یہ آفاقی اصول بیان فرمایا ہے:

"وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ[6]"

"اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔"

جنگ اور تنازعات کے باب میں اس آیتِ مبارکہ کا اطلاق اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اگر کسی دشمن ریاست کے حکمران یا فوج نے کوئی زیادتی کی ہے، تو اس کی معاشی سزا اس ریاست کے عام کسانوں، بچوں اور عورتوں کو ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ اسلام میں اگر دشمن کا معاشی مقاطعہ (Boycott) کیا بھی جائے، تو وہ انتہائی مخصوص (Targeted) ہوتا ہے۔ اس کا مقصد دشمن کی عسکری طاقت کو کمزور کرنا ہوتا ہے، نہ کہ عام انسانوں کے منہ سے نوالہ چھیننا۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت سے ہمیں یہ شاندار مثال ملتی ہے کہ جب جنگِ خندق کے بعد اور صلح حدیبیہ سے پہلے قریشِ مکہ شدید قحط کا شکار ہوئے، تو اہلِ یمامہ کے سردار حضرت ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ نے، جو مسلمان ہو چکے تھے، تو انہوں نے قریشِ مکہ کے لیے غلے اور گندم کی سپلائی یہ کہہ کر روک دی:

"وَاللَّهِ لاَ يَأْتِيكُمْ مِنَ الْيَمَامَةِ حَبَّةُ حِنْطَةٍ، حَتَّى يَأْذَنَ فِيهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ[7]"

"خدا کی قسم! یمامہ کی طرف سے گندم کا ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہیں آئے گا، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ اس کی اجازت دے دیں۔"

یہ اہلِ مکہ کے لیے ایک بہت بڑا معاشی دھچکا تھا۔ قریشِ مکہ نے مجبوراً رسول اللہ ﷺ کو خط لکھا اور رشتوں کا واسطہ دے کر التجا کی کہ وہ اس معاشی پابندی کو ختم کروائیں۔ آپ ﷺ نے بحیثیت سربراہِ ریاست فوراً حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا اور حکم دیا کہ مکہ والوں پر سے غلے کی پابندی ہٹالی جائے، تاکہ وہاں کے عام لوگ اور بچے بھوک کا شکار نہ ہوں۔[8]

یہ واقعہ ثابت کرتا ہے کہ ایک طاقتور اسلامی ریاست دشمن پر معاشی دباؤ ڈالنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود، خوراک اور بنیادی انسانی ضروریات کو جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال نہیں کرتی۔ مغربی ممالک کی معاشی پابندیاں عوام کو بھوکا مار کر حکومتوں کو جھکانے کی کوشش کرتی ہیں، جبکہ قرآنی فقہِ مقاطعہ انسانی ہمدردی اور عدل کو ہر سیاسی مفاد سے بالاتر رکھتی ہے۔

- **ہمہ گیر معاشی پابندیاں اور بنیادی انسانی ضروریات: جدید عالمی رویے اور اسلامی قانون**

مغربی ممالک کی جانب سے لگائی جانے والی جدید معاشی پابندیوں کا ایک اور انتہائی ظالمانہ پہلو یہ ہے کہ یہ پابندیاں انسان کی بنیادی ضروریات تک رسائی کو ناممکن بنا دیتی ہیں۔ جب امریکہ یا اس کے اتحادی کسی ملک پر پابندیاں لگاتے ہیں، تو بین الاقوامی بینک اور تجارتی کمپنیاں جرمانے کے ڈر سے اس ملک کے ساتھ ہر قسم کا لین دین بند کر دیتی ہیں۔ اس عمل کو بین الاقوامی تعلقات کی زبان میں "ہمہ گیر معاشی محاصرہ (Comprehensive Economic Siege) "کہا جاتا ہے۔

اس محاصرے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ نشانہ بننے والے ملک میں خوراک، زندگی بچانے والی ادویات، اور پینے کے صاف پانی کی فراہمی رک جاتی ہے۔ یہ صورتحال اقوام متحدہ کے منظور کردہ 'انسانی حقوق کے عالمی اعلامیے (UDHR) ' کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اس اعلامیے کا آرٹیکل 25(1) انسان کی بنیادی معاشی ضروریات کی ضمانت دیتا ہے:

> "Everyone has the right to a standard of living adequate for the health and well-being of himself and of his family, including food, clothing, housing and medical care and necessary social services..." [9]
>
> "ہر شخص کو اپنی اور اپنے خاندان کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیارِ زندگی کا حق حاصل ہے، جس میں خوراک، لباس، رہائش، طبی سہولیات اور ضروری سماجی خدمات شامل ہیں"...

لیکن جب استحصالی طاقتیں کسی غریب یا کمزور ملک پر معاشی پابندیاں عائد کرتی ہیں، تو اس قانون کی دھجیاں اڑادی جاتی ہیں۔ اقوام متحدہ کی اپنی رپورٹس بتاتی ہیں کہ 1990 کی دہائی میں عراق پر لگائی گئی معاشی پابندیوں کے دوران ادویات اور خوراک کی کمی کی وجہ سے لاکھوں معصوم بچے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔[10] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جدید عالمی نظام میں انسانی حقوق کے یہ قوانین صرف کاغذ کی حد تک محدود ہیں اور طاقتور ممالک انہیں اپنے سیاسی مقاصد (Political Agendas) کے لیے بے دردی سے کچل دیتے ہیں۔

بنیادی ضروریات اور قرآنی مقاطعہ کا اخلاقی معیار

اس کے برعکس، اسلامی قانونِ جنگ اور فقہِ مقاطعہ (Boycott) کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ کسی بھی انسان کو زندہ رہنے کے بنیادی حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام میں یہ سختی سے منع ہے کہ تنازعے یا جنگ کی آڑ میں دشمن ملک کے عام شہریوں کی خوراک اور ادویات کو روکا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے انسانی بقا کے لیے ضروری قدرتی وسائل کو کسی ایک شخص یا ریاست کی ملکیت کے بجائے پوری انسانیت کی مشترکہ میراث قرار دیا ہے۔ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک مشہور حدیث ہے:

> **"الْمُسْلِمُونَ شُرَكَاءُ فِي ثَلَاثٍ: فِي الْمَاءِ، وَالْكَلَإِ، وَالنَّارِ[11] "**
>
> "مسلمان (اور عام انسان) تین چیزوں میں برابر کے شریک ہیں: پانی، چارہ (خوراک پیدا کرنے والے وسائل)، اور آگ (توانائی یا ایندھن)۔"

فقہائے کرام اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہ تینوں چیزیں انسان کے زندہ رہنے کے لیے ناگزیر (Essential) ہیں۔ لہٰذا، کوئی بھی اسلامی ریاست دشمنی میں اس حد تک نہیں جاسکتی کہ وہ مخالف قوم کے پانی کے ذخائر بند کر دے، ان کی فصلوں (خوراک) کو جلادے، یا انہیں توانائی سے محروم کر دے۔

اسلامی مقاطعہ (Boycott) دراصل ایک "مخصوص پابندی (Targeted Sanction) " کی شکل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسلامی ریاست کو دشمن پر معاشی دباؤ ڈالنا ہو، تو وہ ان کے ساتھ صرف ہتھیاروں، جنگی سامان، اور پرتعیش اشیاء (Luxury

(Goods) کی تجارت بند کرے گی۔ لیکن وہ ادویات، بچوں کی خوراک، اور عام استعمال کی ان چیزوں کو کبھی نہیں روکے گی جن پر انسانی زندگی کا انحصار ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ اسلامی جنگوں میں مسلمانوں نے کبھی دشمن کے شہروں کا پانی بند نہیں کیا اور نہ ہی ان کے کھیتوں کو زہر آلود کیا۔ غزوہ خیبر جیسی سخت جنگ میں بھی، جب دشمن قلعہ بند ہو گیا تھا، مسلمانوں نے پانی اور خوراک کی فراہمی کو ہتھیار کے طور پر استعمال نہیں کیا۔

اور مغربی معاشی پابندیاں دراصل ایک "بلیک میلنگ (Blackmailing) "کا طریقہ ہیں، جس کا مقصد عوام کو اس حد تک تکلیف پہنچانا ہے کہ وہ تنگ آ کر اپنی ہی حکومت کے خلاف بغاوت کر دیں۔ یہ طریقہ سراسر غیر اخلاقی اور ظالمانہ ہے۔

دوسری جانب، قرآن کا سکھایا ہوا بائیکاٹ یا مقاطعہ ایک پرامن اور جائز مزاحمت (Lawful Resistance) ہے۔ جب مسلمان کسی ظالم ریاست (جیسے آج کے دور میں اسرائیل) کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرتے ہیں، تو اس کا مقصد ان کی جنگی مشینری اور معاشی طاقت کو کمزور کرنا ہوتا ہے، تاکہ وہ مظلوموں پر ظلم نہ کر سکیں۔ یہ بائیکاٹ عام شہریوں کو بھوکا مارنے کے لیے نہیں، بلکہ ظالم کے ہاتھ روکنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ یہی وہ بنیادی فرق ہے جو قرآنی فقہِ مقاطعہ کو مغرب کے استحصالی جبر سے ممتاز اور برتر بناتا ہے۔

- **کمزور طبقات کا تحفظ: استحصالی پابندیاں اور قرآنی تصورِ 'مستضعفین'**

جب ہم عالمی معاشی پابندیوں کے اثرات کا گہرائی سے جائزہ لیتے ہیں، تو ان کا سب سے خوفناک اور تاریک پہلو یہ سامنے آتا ہے کہ ان کا براہِ راست نشانہ معاشرے کے وہ لوگ بنتے ہیں جو سب سے زیادہ کمزور اور بے بس ہوتے ہیں۔ ایک ریاست پر جب معاشی جبر مسلط کیا جاتا ہے، تو اس ملک کے حکمران، امراء اور فوجی اشرافیہ تو اپنے لیے خوراک اور دوائیوں کا بندوبست کر لیتے ہیں، لیکن غریب عوام، بوڑھے، خواتین اور خاص طور پر بیمار بچے اس کا خمیازہ بھگتتے ہیں۔

اقوام متحدہ کی اپنی کمیٹی برائے معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق (CESCR) نے اس ہولناک حقیقت کا اعتراف اپنی مشہور رپورٹ 'جنرل کمنٹ نمبر 8' میں کیا ہے۔ اس رپورٹ میں واضح کیا گیا ہے کہ معاشی پابندیاں کس طرح غریب اور بے بس شہریوں کے بنیادی حقوق چھین لیتی ہیں:

> "Sanctions almost always have a dramatic impact on the rights recognized in the Covenant. Thus, for example, they often cause significant disruption in the distribution of food, pharmaceuticals and sanitation supplies... The inhabitants of a given country do not forfeit their basic economic, social and cultural rights by virtue of any determination that their leaders have violated norms relating to international peace and security." [12]
>
> "پابندیاں تقریباً ہمیشہ ان حقوق پر ڈرامائی اثر ڈالتی ہیں جنہیں اس معاہدے میں تسلیم کیا گیا ہے۔ چنانچہ، مثال کے طور پر، یہ اکثر خوراک، ادویات اور صفائی کے سامان کی تقسیم میں نمایاں خلل کا

باعث بنتی ہیں... کسی بھی ملک کے باشندے اپنے بنیادی معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق سے محض اس فیصلے کی بنیاد پر محروم نہیں ہو جاتے کہ ان کے رہنماؤں نے بین الاقوامی امن اور سلامتی سے متعلق اصولوں کی خلاف ورزی کی ہے۔"

اس واضح بین الاقوامی اعتراف کے باوجود، امریکہ اور مغربی طاقتیں مسلسل ایسی پابندیاں لگاتی ہیں جو کمزور طبقات کو کچل کر رکھ دیتی ہیں۔ بین الاقوامی تعلقات کی زبان میں اسے "ضمنی نقصان (Collateral Damage) " کہہ کر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ یعنی اگر ایک ظالم حکمران کو ہٹانے یا جھکانے کے لیے چند لاکھ غریب عوام اور بچے بھوک سے مر بھی جائیں، تو مغربی قانون اسے ایک جائز سفارتی ہتھیار سمجھتا ہے۔

قرآنی اُصول اور 'مستضعفین' (بے بس اور کمزوروں) کا تحفظ

اس ظالمانہ مغربی رویے کے مقابلے میں، قرآنِ کریم کا قانون نہایت شاندار اور انسانیت کا سچا علمبردار ہے۔ اسلامی فقہ میں معاشرے کے غریب، بے بس اور کمزور لوگوں کے لیے "مُسْتَضْعَفِینَ" کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اسلام جنگ اور تنازعات میں ان کمزوروں کو نشانہ بنانے کی ہر گز اجازت نہیں دیتا، بلکہ اسلام میں تو جنگ یا جہاد کا ایک بہت بڑا مقصد ہی ان بے بس لوگوں کو ظالموں کے چنگل سے آزاد کروانا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ضمیر کو جھنجھوڑتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا "

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس (مستضعفین) مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو یہ فریاد کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں۔[13] "

اس آیتِ مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے مقاصدِ شریعت کا ایک نہایت اہم اصول سامنے آتا ہے۔ اگر اسلامی قانونِ تنازعات میں لڑنے (یا دباؤ ڈالنے) کا مقصد ہی غریبوں، عورتوں اور بچوں کو ظلم سے بچانا ہے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اسلام ایک ایسے معاشی ہتھیار (جیسے کہ موجودہ ہمہ گیر پابندیاں) کی اجازت دے دے جس سے خود یہ کمزور طبقات بھوک اور بیماری کا شکار ہو جائیں؟

یہی وجہ ہے کہ اسلامی فقہِ مقاطعہ (Boycott) میں یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ دشمن کی معیشت کا بائیکاٹ کرتے وقت اس بات کو یقینی بنایا جائے گا کہ اس کے نتیجے میں عوام کی فلاح و بہبود، ہسپتال، یتیم خانے اور عام روزمرہ کا نظام مفلوج نہ ہو۔

معاشی بلیک میلنگ اور اسلامی مزاحمت کا اخلاقی فرق

مغربی استحصالی پابندیوں کی پوری بنیاد اس ظالمانہ نظریے پر کھڑی ہے کہ "عوام کو اتنی تکلیف دو کہ وہ چیخ اٹھیں، تاکہ ان کے حکمران دباؤ میں آ جائیں۔" یہ خالصتاً ایک معاشی دہشت گردی اور بلیک میلنگ ہے۔

دوسری طرف، جب مسلمان کسی ظالم ریاست کا معاشی بائیکاٹ (مقاطعہ) کرتے ہیں، تو اس کا نشانہ وہ کمپنیاں، وہ ادارے اور وہ فوجی مشینری ہوتی ہے جو براہِ راست ظلم میں شریک ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر، موجودہ دور میں اگر غزہ کے مظلوموں کی حمایت میں ایسی تجارتی کمپنیوں کا مقاطعہ کیا جائے جو ظالم فوج کو اسلحہ یا سرمایہ فراہم کرتی ہیں، تو یہ ایک خالص شرعی اور اخلاقی عمل ہے۔ اس

اسلامی بائیکاٹ کا مقصد عام انسانوں کو نقصان پہنچانا نہیں ہوتا، بلکہ ظلم کے مالیاتی نظام (Financial System of Oppression) کی کمر توڑنا ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ مغرب کا معاشی جبر کمزوروں کو اپنا ایندھن بناتا ہے، جبکہ قرآن کا سکھایا ہوا قانونِ مقاطعہ ظالم کے ہاتھ باندھتا ہے اور کمزوروں کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ انسانیت کی بقا اور حقیقی عالمی امن کے لیے آج مغربی جبر کے بجائے اسی اخلاقی اور منصفانہ قرآنی قانون کی ضرورت ہے۔

- **یکطرفہ استحصالی اقدامات (UCMs) اور اصولِ تناسب: مغربی ہٹ دھرمی بمقابلہ قرآنی اعتدال**

جدید بین الاقوامی سیاست میں معاشی پابندیوں کی ایک اور خطرناک شکل "یکطرفہ استحصالی اقدامات (Unilateral Coercive Measures - UCMs)" ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی طاقتور ملک (جیسے امریکہ یا اس کے مغربی اتحادی) سلامتی کونسل سے پابندیاں منظور کروانے میں ناکام ہو جاتا ہے، تو وہ اپنی معاشی اور فوجی طاقت کے غرور میں اکیلے ہی کسی کمزور ملک پر معاشی پابندیاں مسلط کر دیتا ہے۔ وہ دوسرے ممالک اور تجارتی کمپنیوں کو بھی دھمکاتا ہے کہ اگر انہوں نے نشانہ بننے والے ملک سے تجارت کی تو انہیں بھی سزا دی جائے گی۔ یہ سراسر غنڈہ گردی اور بین الاقوامی قانون کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

اقوامِ متحدہ کی انسانی حقوق کونسل (UNHRC) نے اپنی متعدد قراردادوں میں ان یکطرفہ پابندیوں کی شدید مذمت کی ہے اور انہیں انسانیت کے خلاف ایک ظالمانہ ہتھیار قرار دیا ہے۔ انسانی حقوق کونسل کی قرارداد (21/27) کا متن اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے:

> "Strongly condemns the continued unilateral application and enforcement by certain powers of such measures as tools of political or economic pressure against any country, particularly against developing countries, with a view to preventing these countries from exercising their right to decide, of their own free will, their own political, economic and social systems." [14]
>
> "(انسانی حقوق کونسل) بعض طاقتوں کی جانب سے کسی بھی ملک، بالخصوص ترقی پذیر ممالک کے خلاف سیاسی یا معاشی دباؤ کے ہتھیار کے طور پر ایسے (یکطرفہ) اقدامات کے مسلسل نفاذ کی شدید مذمت کرتی ہے، جس کا مقصد ان ممالک کو اپنی مرضی سے اپنے سیاسی، معاشی اور سماجی نظام کا فیصلہ کرنے کے حق سے روکنا ہو۔"

اس قرارداد سے ثابت ہوتا ہے کہ ان استحصالی پابندیوں کا اصل مقصد دنیا میں امن لانا نہیں، بلکہ کمزور ممالک کو اپنا غلام بنانا اور ان پر اپنی مرضی کا سیاسی و معاشی نظام مسلط کرنا ہوتا ہے۔ ایک اور مسئلہ "اصولِ تناسب (Principle of Proportionality)" کا ہے۔ مغربی پابندیاں دہائیوں تک چلتی رہتی ہیں (جیسے بعض ممالک پر پچھلے کئی سالوں سے عائد ہیں) جس سے نسلیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ یہ سزا جرم سے کہیں زیادہ بڑی اور طویل ہوتی ہے۔

قرآنی اعتدال: عدمِ تجاوز اور اصولِ تناسب

اس استحصالی اور ہٹ دھرم مغربی رویے کے مقابلے میں، اسلام کا قانونِ تنازعات "اعتدال" اور "عدمِ تجاوز" (حد سے نہ بڑھنے) کے سنہری اصول پر قائم ہے۔ اسلام میں دشمن کے خلاف معاشی مزاحمت (مقاطعہ) کی اجازت تو ہے، لیکن اسے اندھے انتقام میں بدلنے کی سخت ممانعت ہے۔ اگر دشمن نے ظلم کیا ہے، تو جوابی کارروائی اتنی ہی ہونی چاہیے جتنا کہ ظلم کیا گیا ہے، اس سے تجاوز کرنا اللہ کی نظر میں ظالم بننا ہے۔ قرآن مجید میں اس بنیادی جنگی اور سفارتی اصول کو نہایت خوبصورت الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ "

اور اللہ کی راہ میں ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں، اور حد سے نہ بڑھو، بے شک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔[15] "

اس آیت میں "وَلَا تَعْتَدُوا" (حد سے نہ بڑھو) کا اصول صرف میدانِ جنگ تک محدود نہیں ہے، بلکہ یہ معاشی جنگ (Economic Warfare) اور بائیکاٹ پر بھی پوری طرح لاگو ہوتا ہے۔ حد سے بڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ مقاطعہ کی آڑ میں معصوم لوگوں کو نشانہ بنایا جائے، یا پابندیوں کو اتنا طویل کر دیا جائے کہ پوری قوم قحط کا شکار ہو جائے۔ اسلامی فقہ اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتی کہ سیاسی مفادات کے لیے نسلوں کو معاشی طور پر مفلوج کر دیا جائے۔

مقاطعہ کا عارضی نفاذ اور ظلم کے خاتمے پر پابندیوں کی منسوخی

مغربی پابندیوں کی ایک اور ظالمانہ خصلت یہ ہے کہ جب انہیں لگا دیا جاتا ہے، تو انہیں ہٹانا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے۔ دشمن ریاست اگر صلح کی طرف قدم بڑھائے بھی، تو استحصالی طاقتیں اپنی شرائط منوانے کے لیے پابندیاں جاری رکھتی ہیں۔

اس کے برعکس، اسلامی فقہِ مقاطعہ مکمل طور پر ایک "عارضی اور مقصدی (Temporary and Objective-driven) " ہتھیار ہے۔ جیسے ہی دشمن اپنا ظلم بند کر دے، یا صلح کا راستہ اختیار کر لے، اسلامی ریاست پر شرعاً لازم ہے کہ وہ فوراً معاشی مقاطعہ ختم کر دے اور معمول کے تجارتی تعلقات بحال کر لے۔ اسلام دشمنی کو مستقل معاشی عداوت میں تبدیل کرنے کے سخت خلاف ہے۔ قرآن حکیم اس حتمی قانون کو ان الفاظ میں واضح فرماتا ہے:

"فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ"

پھر اگر وہ (اپنے ظلم سے) باز آ جائیں، تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی (جائز) نہیں۔[16]

یہ آیت اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اسلامی معاشی دباؤ یا بائیکاٹ صرف اس وقت تک جائز ہے جب تک ظلم جاری ہے۔ جیسے ہی ظلم رکے گا، معاشی دباؤ بھی روک دیا جائے گا۔ اس کے بعد بھی اگر تجارتی محاصرہ جاری رکھا جائے گا، تو اسلامی قانون کی نظر میں اب محاصرہ کرنے والا خود ظالم کہلائے گا۔

یہ قرآنی اصول ثابت کرتا ہے کہ اسلام کا تصورِ مقاطعہ ایک انتہائی منصفانہ، متوازن اور اخلاقی عمل ہے، جو ظلم کو روکنے کے لیے تو استعمال ہوتا ہے، لیکن خود ظلم اور استحصال کا آلہ نہیں بنتا۔ جبکہ مغرب کی معاشی پابندیاں شروع ہی تسلط قائم کرنے کے لیے ہوتی ہیں اور ان کا انجام ہمیشہ انسانیت کی تباہی پر ہوتا ہے۔

- **معاشی محاصرہ اور بھوک کا بطور ہتھیار استعمال: شعبِ ابی طالب کا سبق اور مغربی دوہرا معیار**

مغربی طاقتوں کی جانب سے لگائی جانے والی معاشی پابندیوں اور محاصروں (Blockades) کا ایک اور انسانیت سوز پہلو یہ ہے کہ ان کے ذریعے ایک پوری آبادی کو بھوکا مارنے (Starvation) کی کوشش کی جاتی ہے۔ بین الاقوامی قانون میں اگرچہ عام شہریوں کو بھوکا مارنا ایک سنگین جنگی جرم قرار دیا گیا ہے، لیکن عملی طور پر بڑی طاقتیں اسے اپنے سفارتی اور فوجی مقاصد کے لیے بے دریغ استعمال کرتی ہیں۔

بین الاقوامی فوجداری عدالت (International Criminal Court - ICC) کے اساسی قانون، جسے 'روم سٹیچوٹ ' (Rome Statute) کہا جاتا ہے، کے آرٹیکل 8 میں جنگی جرائم کی فہرست دی گئی ہے، وہ اس جرم کو یوں بیان کرتا ہے:

> "Intentionally using starvation of civilians as a method of warfare
> by depriving them of objects indispensable to their survival,
> including wilfully impeding relief supplies..." [17]
>
> " جان بوجھ کر عام شہریوں کو بھوکا مارنے کو جنگ کے ایک طریقے کے طور پر استعمال کرنا، جس میں انہیں زندہ رہنے کے لیے ناگزیر اشیاء سے محروم کرنا، اور امدادی سامان کی ترسیل میں دانستہ رکاوٹ ڈالنا شامل ہے۔"

یہ قانون بظاہر بہت شاندار ہے، لیکن مغربی ممالک کا دوہرا معیار (Double Standards) یہاں پوری طرح بے نقاب ہو جاتا ہے۔ جب کوئی کمزور ملک ایسا کرے تو اسے عالمی عدالتوں میں گھسیٹا جاتا ہے اور اس پر سخت پابندیاں لگائی جاتی ہیں۔ لیکن جب مغرب کے اپنے اتحادی ممالک (جیسے اسرائیل) غزہ جیسے علاقوں کا مکمل محاصرہ کرتے ہیں، ان کا پانی اور خوراک بند کر دیتے ہیں، اور امدادی ٹرکوں کو روک کر لاکھوں انسانوں کو قحط میں مبتلا کرتے ہیں، تو یہ تمام بین الاقوامی قوانین خاموش ہو جاتے ہیں۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں امریکہ اور دیگر مغربی طاقتیں اپنے "ویٹو (Veto) " کے اختیار کو استعمال کر کے ظالم کو بچا لیتی ہیں اور اسے اپنے دفاع کا حق قرار دیتی ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ موجودہ عالمی نظام انصاف پر نہیں، بلکہ طاقت اور منافقت پر کھڑا ہے۔

شعبِ ابی طالب کا تاریخی تجربہ اور اسلامی نفسیات

اسلامی قانونِ جنگ اور فقہِ مقاطعہ (Boycott) میں بھوک کو ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کی سختی سے ممانعت ہے۔ اس کی ایک بہت بڑی وجہ وہ تاریخی اور نفسیاتی تجربہ ہے جس سے خود مسلمان گزر چکے ہیں۔ مکہ کی زندگی میں جب قریش نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خاندان (بنو ہاشم) کا مکمل سماجی اور معاشی بائیکاٹ کیا، تو انہیں تین سال تک "شعبِ ابی طالب" (ایک پہاڑی گھاٹی) میں محصور رہنا پڑا۔

یہ وہ وقت تھا جب مکہ کے مشرکوں نے مسلمانوں پر خوراک اور پانی کی فراہمی مکمل طور پر بند کر دی تھی۔ تاریخ کی کتابیں بتاتی ہیں کہ بھوک کی شدت سے معصوم بچوں کے رونے کی آوازیں گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی تھیں، اور مسلمانوں کو درختوں کے پتے اور سوکھے چمڑے ابال کر کھانے پڑے۔[18]

اس ظالمانہ معاشی محاصرے کے دکھ اور تکلیف کو مسلمانوں سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب مسلمان طاقتور ہوئے اور ریاستِ مدینہ قائم ہوئی، تو اسلامی قانون نے ہمیشہ کے لیے یہ اصول طے کر دیا کہ جو ظلم مکہ کے کافروں نے مسلمانوں کے بچوں اور عورتوں پر کیا تھا، مسلمان فاتح بن کر وہ ظلم اپنے بدترین دشمنوں کے بچوں پر بھی نہیں کریں گے۔ اسلام نے معاشی مزاحمت (مقاطعہ) کی اجازت ضرور دی، لیکن خوراک اور پانی روک کر اجتماعی فاقہ کشی مسلط کرنے کو ایک غیر اسلامی اور غیر انسانی فعل قرار دیا۔

قرآنی عدلِ مطلق: دشمنی میں بھی انصاف کا دامن نہ چھوڑنا

مغربی پابندیوں کا سارا نظام دوست اور دشمن کی تفریق پر چلتا ہے۔ دوستوں کے جنگی جرائم معاف، اور دشمنوں کے لیے سخت ترین معاشی سزائیں۔ لیکن قرآن کا تصورِ عدل "عدلِ مطلق (Absolute Justice) " ہے۔ اسلام یہ سکھاتا ہے کہ قانون سب کے لیے برابر ہے، اور کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں اس بات پر مجبور نہ کرے کہ تم انصاف کا راستہ چھوڑ دو اور ظالم بن جاؤ۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ بین الاقوامی تعلقات اور جنگ و صلح کا یہ عظیم ترین اور آفاقی قانون ان الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ "

اے ایمان والو! اللہ کے لیے مضبوطی سے قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بن جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو، یہی بات تقویٰ کے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔[19] "

اس آیتِ مبارکہ کا پیغام بالکل واضح ہے۔ اگر دشمن قوم نے مسلمانوں پر ظلم کیا ہے، تب بھی اسلامی ریاست کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ غصے اور انتقام میں اندھی ہو کر ان کے عام شہریوں کا پانی، دوائیاں اور خوراک بند کر دے۔ مقاطعہ (بائیکاٹ) ظالم اشرافیہ، ان کی فوج، اور ان کے جنگی وسائل کا کیا جائے گا، نہ کہ عام انسانوں کی زندگی کا۔

یہاں آکر مغربی معاشی جبر اور اسلامی قانون کا فرق بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ مغربی پابندیاں ویٹو پاور اور سیاسی منافقت کے سائے میں کمزوروں کو کچلتی ہیں، جبکہ قرآنی فقہِ مقاطعہ درد اور ہمدردی کے تاریخی احساس (شعبِ ابی طالب) اور خدائی انصاف کی بنیاد پر دشمن کے عام شہریوں کو بھی ظالمانہ سزاؤں سے محفوظ رکھتی ہے۔

- **ظلم کی مالی سرپرستی اور کارپوریٹ منافع خوری: قرآنی اصولِ عدمِ تعاون**

مغربی ممالک کی معاشی پالیسیوں کا ایک اور انتہائی دوغلا اور منافقانہ پہلو یہ ہے کہ وہ کمزور ملکوں پر تو انسانی حقوق کے نام پر سخت پابندیاں لگا دیتے ہیں، لیکن جب بات ان کے اپنے اتحادیوں (جیسے اسرائیل) یا بڑی ملٹی نیشنل کمپنیوں کی آتی ہے، تو وہ منافع کمانے کے لیے ہر ظالم ریاست کے ساتھ تجارت جاری رکھتے ہیں۔ مغربی سرمایہ دارانہ نظام (Capitalist System) میں انسانی جان سے زیادہ اہمیت پیسے اور منافع کو دی جاتی ہے۔ بڑی تجارتی کمپنیاں ظالم حکومتوں کو اسلحہ، ٹیکنالوجی اور معاشی مدد فراہم کرتی ہیں، اور اس طرح وہ ان کے جنگی جرائم میں برابر کی شریک بن جاتی ہیں۔

اقوامِ متحدہ نے اس کارپوریٹ ظلم کو روکنے کے لیے 'کاروبار اور انسانی حقوق کے رہنما اصول (UN Guiding Principles on Business and Human Rights - UNGP) ' وضع کیے ہیں۔ اس دستاویز کا اصول نمبر 11 کچھ یوں بیان کرتا ہے:

"Business enterprises should respect human rights. This means that they should avoid infringing on the human rights of others and should address adverse human rights impacts with which they are involved."[20]

"تجارتی اداروں کو انسانی حقوق کا احترام کرنا چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں دوسروں کے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کرنے سے گریز کرنا چاہیے، اور انسانی حقوق پر پڑنے والے ان منفی اثرات کا ازالہ کرنا چاہیے جن میں وہ (براہ راست یا بالواسطہ) ملوث ہوں۔"

بظاہر یہ اصول بہت واضح ہے، لیکن بین الاقوامی قانون میں یہ محض ایک "نرم قانون (Soft Law)" ہے، جس پر عمل کرنا کمپنیوں کے لیے لازمی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مغربی کمپنیاں بلا جھجک ظالم فوجوں کو وسائل فراہم کر رہی ہیں۔ وہ پابندیوں کا ہتھیار صرف کمزوروں کو کچلنے کے لیے استعمال کرتے ہیں، لیکن ظالموں کی معاشی سرپرستی کرنے میں انہیں کوئی بین الاقوامی قانون یاد نہیں آتا۔

قرآنی فقہِ مقاطعہ: ظلم میں شراکت کی قطعی ممانعت

اس منافع خور اور دوغلے نظام کے مقابلے میں، اسلام کا قانونِ مقاطعہ (Boycott) ایک انتہائی مضبوط اخلاقی بنیاد پر کھڑا ہے۔ اسلامی فقہ کا یہ سنہری اصول ہے کہ جس طرح ظلم کرنا حرام ہے، اسی طرح ظالم کی کسی بھی قسم کی مدد کرنا، خواہ وہ معاشی ہو، تجارتی ہو یا اخلاقی، وہ بھی قطعی حرام ہے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی انفرادی اور ریاستی خارجہ پالیسی کا یہ عظیم اصول ہمیشہ کے لیے طے کر دیا ہے:

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ "

اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو، اور گناہ اور زیادتی (ظلم) کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔[21]

اس آیتِ مبارکہ میں "وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (گناہ اور زیادتی میں مدد نہ کرو) کا اصول اسلامی مقاطعہ (بائیکاٹ) کی اصل روح ہے۔ جب ایک مسلمان یا اسلامی ریاست یہ دیکھتی ہے کہ فلاں کمپنی یا ملک کا خریدا ہوا سامان، یا ان کے ساتھ کی گئی تجارت کا منافع، معصوم انسانوں کے قتلِ عام میں استعمال ہو رہا ہے، تو شریعت اسے پابند کرتی ہے کہ وہ اس تجارت کو فوراً روک دے۔

یہ معاشی بائیکاٹ محض ایک سیاسی احتجاج نہیں ہوتا، بلکہ یہ ایک شرعی فریضہ بن جاتا ہے۔ اس بائیکاٹ کا مقصد کسی ملک کے غریب عوام کو بھوکا مارنا نہیں ہوتا، بلکہ اس کا ایک ہی ہدف ہوتا ہے: "ظالم کے ہاتھ سے وہ مالی وسائل چھین لینا جن سے وہ گولیاں خرید کر مظلوموں کے سینے چھلنی کرتا ہے۔

- **اخلاقی بائیکاٹ کی شرعی نظیر اور انسانی ہمدردی**

جب ریاستِ مدینہ میں بعض یہودی قبائل (جیسے بنو نضیر) نے بدعہدی کی اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کیں، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا محاصرہ کیا۔ ریاستِ مدینہ کی جانب سے محاصرے کے دوران مخصوص معاشی ذرائع (کھجور کے باغات) کی کٹائی

اور بعد ازاں ان کے انخلاء کے وقت جان و مال کے تحفظ کا یہ واقعہ اسلامی قانونِ جنگ (Jus in Bello) میں 'عسکری ضرورت' (Military Necessity) اور 'متناسب طاقت کے استعمال (Proportionality)' کی ایک بنیادی اور مستند نظیر ہے۔ بنو نضیر کے باغات کو کاٹنا اندھا دھند ماحولیاتی تباہی (Indiscriminate Destruction) نہیں تھا، بلکہ دشمن کی عسکری پناہ گاہ کو ختم کرنے کے لیے ایک ٹارگٹڈ کارروائی تھی۔ اس فعل کی توثیق اور قانونی جواز قرآنِ مجید کی سورۃ الحشر میں براہِ راست نازل ہوا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"مَا قَطَعْتُم مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ الْفَاسِقِينَ"

جو کھجور کے درخت تم نے کاٹے یا جنہیں تم نے ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، تو وہ اللہ کے اذن سے تھا، اور اس لیے تھا کہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے)۔[22]

امام جصاص رحمہ اللہ اس آیت کے تحت احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ جنگی حکمتِ عملی کے تحت دشمن کی طاقت کو توڑنے اور ان کے قلعوں تک رسائی کے لیے ناگزیر حد تک فصلوں یا درختوں کو کاٹنا شرعاً جائز ہے، اور یہ عام حالت میں درختوں کے کاٹنے کی ممانعت (فساد فی الارض) سے مستثنیٰ ہے، کیونکہ یہ کارروائی 'عسکری ضرورت' کے تابع تھی۔[23]

لیکن جب بنو نضیر نے ہتھیار ڈال دیے اور جلاوطنی (Exile) پر رضامندی ظاہر کی، تو اسلامی ریاست نے انہیں جنگی قیدی بنا کر غلام نہیں بنایا، نہ ہی ان کے بچوں اور عورتوں پر ظلم کیا، بلکہ انہیں ان کے نجی اموال سمیت بحفاظت نکلنے کی اجازت دی۔

تاریخ و سیرت کی مستند ترین کتاب 'السیرۃ النبویۃ لابن ھشام' میں اس معاہدے کے الفاظ یوں منقول ہیں:

"فَصَالَحُوهُ عَلَى أَنْ يَحْقِنَ لَهُمْ دِمَاءَهُمْ، وَأَنْ يُخْرِجَهُمْ، وَلَهُمْ مَا حَمَلَتْ الْإِبِلُ مِنْ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا الْحَلْقَةَ"

پس انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس شرط پر صلح کی کہ ان کے خون محفوظ رکھے جائیں گے، اور آپ ﷺ انہیں مدینہ سے نکالیں گے، اور وہ اپنے مال میں سے وہ سب کچھ ساتھ لے جا سکیں گے جو ان کے اونٹ اٹھا سکیں، سوائے ہتھیاروں کے۔[24]

صحیح البخاری کی روایت کے مطابق بنو نضیر نے مدینہ چھوڑتے وقت اپنے گھروں کے دروازے اور لکڑیاں تک اونٹوں پر لاد لیں۔[25]

یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ اسلامی قانونِ جنگ میں دشمن قوم کے محاصرے کے باوجود غیر جنگجوؤں (عورتوں، بچوں اور بوڑھوں) کی بقا کے ذرائع کو مسدود نہیں کیا جاتا اور جب دشمن صلح پر آمادہ ہو جائے، تو اس کی نجی ملکیت (Private Property) کا مکمل احترام کیا جاتا ہے۔ جدید بین الاقوامی قانون میں یہ اصول جنیوا کنونشنز کے ایڈیشنل پروٹوکول اول کے آرٹیکل 54 کی پیشرو نظیر ہے، جو شہریوں کی بقا کے لیے ناگزیر اشیاء کو تباہ کرنے سے منع کرتا ہے۔

یہاں سے یہ فرق بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ مغربی طاقتوں کی لگائی گئی پابندیاں "استحصالی (Exploitative)" ہوتی ہیں، جو کمزور ملکوں کی معیشت کا گلا گھونٹ کر انہیں اپنا غلام بنانا چاہتی ہیں۔ اس کے برعکس، قرآن کا سکھایا ہوا مقاطعہ "انسدادی اور اخلاقی (Preventive and Moral)" ہوتا ہے۔ اس کا مقصد دنیا سے ظلم، زیادتی اور فساد کو روکنا ہوتا ہے۔

اگر آج پوری دنیا اقوام متحدہ کی کھوکھلی قراردادوں کے بجائے قرآنی اصولِ مقاطعہ (ظالم سے معاشی عدم تعاون) پر عمل کرنا شروع کر دے، تو دنیا کی کوئی ظالم ریاست اپنی فوجی مشینری نہیں چلا سکے گی۔ ظلم کو روکنے کا سب سے پرامن اور مؤثر طریقہ یہی ہے کہ ظالم کی مالی لائف لائن (Life-line) کاٹ دی جائے، اور یہی فقہِ مقاطعہ کا اصل پیغام ہے۔

- **عالمی مالیاتی اجارہ داری، قانونی خودمختاری اور قرآنی ممانعتِ تسلط**

موجودہ دور میں مغربی معاشی پابندیوں کا سب سے خطرناک اور استحصالی پہلو یہ ہے کہ مغربی طاقتیں عالمی مالیاتی نظام (Global Financial System) کو دوسرے آزاد ممالک کی خودمختاری سلب کرنے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ چونکہ امریکی ڈالر اور عالمی بینکنگ چینلز پر مغرب کی بالادستی ہے، اس لیے وہ ان ذرائع کو ایک سیاسی ہتھکنڈے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جب کوئی ریاست مغربی خارجہ پالیسی کے تابع ہونے سے انکار کرتی ہے، تو اس کے بینک اکاؤنٹس منجمد کر دیے جاتے ہیں، اس کے مالی اثاثے ضبط کر لیے جاتے ہیں، اور اسے بین الاقوامی تجارتی نظام سے مکمل طور پر کاٹ دیا جاتا ہے۔

بین الاقوامی قانون کے تحت یہ عمل ریاستوں کی "خودمختارانہ مساوات (Sovereign Equality) " اور "اندرونی معاملات میں عدم مداخلت" کے اصول کی صریح خلاف ورزی ہے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے مشہور اعلامیے، جو بین الاقوامی قانون کے دوستانہ تعلقات سے متعلق ہے(Declaration on Friendly Relations 1970) ، اس جبری مداخلت کو قطعی طور پر ممنوع قرار دیتا ہے:

> "No State may use or encourage the use of economic, political or any other type of measures to coerce another State in order to obtain from it the subordination of the exercise of its sovereign rights and to secure from it advantages of any kind." [26]
>
> "کوئی بھی ریاست کسی دوسری ریاست پر اپنے خودمختارانہ حقوق کے استعمال کو تابع بنانے اور اس سے کسی بھی قسم کے فوائد حاصل کرنے کے لیے معاشی، سیاسی یا کسی بھی دوسری قسم کے جبری اقدامات کا استعمال نہیں کر سکتی اور نہ ہی اس کی حوصلہ افزائی کر سکتی ہے۔"

اس واضح بین الاقوامی قانون کے باوجود، مغربی طاقتیں اس اصول کو پامال کرتی ہیں۔ وہ غریب اور ترقی پذیر ممالک کے خودمختارانہ فیصلوں کو ویٹو کرنے کے لیے معاشی بلیک میلنگ کا سہارا لیتی ہیں، تاکہ وہ ملک ہمیشہ ان کے معاشی اور سیاسی محتاج بنے رہیں۔

قرآنی ضابطہ: مومنین اور مظلوموں پر غیر منصفانہ تسلط کی ممانعت

اس سامراجی معاشی تسلط کے مقابلے میں، قرآنِ مجید کسی بھی ایسی معاشی یا سیاسی بالادستی کو قطعی طور پر تسلیم نہیں کرتا جس کے ذریعے ظالم طاقتیں اہلِ حق یا کمزور اقوام کو اپنی غلامی میں جکڑ لیں۔ قرآنی قانون کا یہ پختہ عزم ہے کہ معاشی معاہدات اور عالمی تعلقات کی بنیاد برابری، عزت اور آزادی پر ہونی چاہیے، نہ کہ تسلط اور مجبوری پر۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس اصولی اور آئینی حقیقت کو ایک دوٹوک ضابطے کے طور پر بیان فرمایا ہے:

"وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا"

اور اللہ کافروں کو مومنوں پر (تسلط کا) کوئی راستہ ہرگز نہیں دے گا۔[27]

اس آیتِ مبارکہ میں لفظ "سَبِيلًا" (کوئی راستہ / کوئی ذریعہ) فقہائے کرام اور مفسرین کے نزدیک انتہائی وسیع معنی رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت کسی ایسے معاشی نظام، مالیاتی معاہدے، یا تجارتی محاصرے کو درست تسلیم نہیں کرتی جس کے ذریعے کوئی باطل اور جارح طاقت مسلمانوں یا کمزور اقوام کی آزادی سلب کر کے ان پر اپنا تسلط قائم کرلے، یا انہیں اپنے جائز حقِ خودارادیت سے محروم کردے۔[28]

مالیاتی بلیک میلنگ کے خلاف "فقہِ مقاطعہ" کا ماڈل

مغربی معاشی پابندیوں کا مقصد کمزور اقوام کو مکمل طور پر بے بس کر کے ان کی معیشت کو تباہ کرنا ہوتا ہے، تاکہ وہ گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جائیں۔ لیکن قرآنِ حکیم کے فقہِ مقاطعہ (Boycott) کا دوسرا رخ "معاشی خود انحصاری اور خود کفالت (Economic Self-Reliance)" ہے۔

جب مسلمان ظالموں کے خلاف معاشی بائیکاٹ کرتے ہیں، تو شریعت محض اشیاء کی خریداری روکنے پر اکتفا نہیں کرتی، بلکہ وہ امت کو یہ حکم دیتی ہے کہ وہ اپنی پیداواری صلاحیت، زراعت، صنعت، اور آزادانہ مالیاتی وسائل کو اس حد تک مضبوط کریں کہ وہ استحصالی طاقتوں کی محتاج ہی نہ رہیں۔

نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی، تو وہاں کے تجارتی بازاروں پر یہودیوں کی اجارہ داری اور سود کا نظام مسلط تھا۔ آپ ﷺ نے صرف یہودیوں کی بدعہدی کے خلاف سفارتی اور معاشی حکمتِ عملی ہی نہیں اپنائی، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لیے "سوقُ المدینہ" (مدینہ کی آزاد اسلامی مارکیٹ) قائم فرمائی، جو سود، اجارہ داری اور دھوکہ دہی سے پاک تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

"هَذَا سُوقُكُمْ، فَلَا يُنْتَقَصَنَّ مِنْهُ، وَلَا يُضْرَبَنَّ عَلَيْهِ خَرَاجٌ"[29]

یہ تمہارا بازار ہے، پس نہ اس میں تنگی کی جائے اور نہ اس پر کوئی ناجائز ٹیکس لگایا جائے۔

یہ نبوی ﷺ ماڈل اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ معاشی مزاحمت اور مقاطعہ کا اصل ہدف یہ ہوتا ہے کہ قوم کو استحصالی قوتوں کے مالیاتی پنجے سے نکال کر آزاد اور خود مختار معاشی بنیادوں پر کھڑا کیا جائے۔

مغربی معاشی پابندیاں ایک استعماری شکنجہ ہیں جو معیشت کو تباہ کر کے محتاجی پیدا کرتی ہیں، جبکہ قرآنی فقہِ مقاطعہ ظالم کے مالیاتی بلیک میل کو مسترد کر کے آزادی، خود مختاری اور خود انحصاری کا درس دیتی ہے۔

- **حکومتوں کی تبدیلی (Regime Change) بمقابلہ ظلم کا خاتمہ: پابندیوں کا حتمی ہدف**

اس بحث کا آخری اور سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ ان معاشی پابندیوں اور بائیکاٹ کا اصل مقصد اور ہدف کیا ہوتا ہے؟ جب مغربی طاقتیں کسی ملک پر پابندیاں لگاتی ہیں، تو ان کا اصل اور پوشیدہ مقصد اس ملک میں "حکومت کی تبدیلی (Regime Change)" ہوتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ عوام بھوک اور افلاس سے اتنے تنگ آجائیں کہ وہ سڑکوں پر نکل آئیں، ملک میں خانہ جنگی (Civil War) شروع ہو جائے، اور وہ حکومت گر جائے جو مغرب کی بات نہیں مانتی۔

یہ طرزِ عمل اقوام متحدہ کے بنیادی اصول "عدم مداخلت (Non-Intervention)" کی سب سے بڑی خلاف ورزی ہے۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 1965 کا اعلامیہ اس بات کو یوں واضح کرتا ہے:

"No State has the right to intervene, directly or indirectly, for any reason whatever, in the internal or external affairs of any other State. Consequently, armed intervention and all other forms of interference or attempted threats against the personality of the State or against its political, economic and cultural elements, are condemned."[30]

"کسی بھی ریاست کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی بھی وجہ سے کسی دوسری ریاست کے اندرونی یا بیرونی معاملات میں براہ راست یا بالواسطہ مداخلت کرے۔ لہٰذا، مسلح مداخلت اور ریاست کی حیثیت یا اس کے سیاسی، معاشی اور ثقافتی عناصر کے خلاف مداخلت کی تمام دیگر شکلوں یا دھمکیوں کی مذمت کی جاتی ہے۔"

اس کے باوجود مغرب معاشی پابندیوں کو ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کر کے کمزور ممالک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرتا ہے اور وہاں عدم استحکام (Instability) پھیلاتا ہے۔

قرآنی ہدف: فتنہ اور ظلم کا خاتمہ

اس ظالمانہ مغربی ایجنڈے کے برعکس، اسلامی فقہِ مقاطعہ کا ہدف کسی ملک میں خانہ جنگی کروانا یا ان کی حکومت کو گرا کر اپنا غلام بنانا نہیں ہوتا۔ قرآنی مقاطعہ اور مزاحمت کا ایک ہی واضح، سادہ اور اخلاقی ہدف ہے، اور وہ ہے "ظلم اور فتنے کا خاتمہ"۔

قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے دشمن کے خلاف ہر قسم کی مزاحمت کا حتمی مقصد ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

"وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ لِلَّهِ ۖ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ "

اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ (ظلم اور جبر) باقی نہ رہے اور دین (بندگی) اللہ کے لیے ہو جائے۔
پھر اگر وہ باز آ جائیں، تو ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی جائز نہیں۔[31]

یہاں "فتنہ" سے مراد وہ ظلم، جبر اور انسانیت سوز رویہ ہے جس کے تحت معصوم انسانوں کا استحصال کیا جاتا ہے۔ اس آیت کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں کا معاشی بائیکاٹ صرف اس وقت تک ہے جب تک دشمن ظلم کر رہا ہے۔ مسلمانوں کا مقصد دشمن کی ریاست کو تباہ کرنا یا وہاں کے عوام کو بغاوت پر اکسانا نہیں ہوتا، بلکہ صرف ظالم کے ہاتھ سے وہ طاقت چھیننا ہوتا ہے جس سے وہ ظلم کر رہا ہے۔

حاصلِ کلام (Conclusion)

اس تمام تفصیلی اور تقابلی جائزے کے بعد یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ جدید مغربی معاشی پابندیاں اور قرآن کا سکھایا ہوا بائیکاٹ (مقاطعہ) دو بالکل مختلف چیزیں ہیں۔

1. **مغربی معاشی پابندیاں** دراصل ایک استحصالی اور ظالمانہ ہتھیار ہیں۔ یہ اجتماعی سزا کے اصول پر کام کرتی ہیں، جس میں ظالم حکمران کے بجائے غریب عوام، بچوں، اور بیماروں کو بھوک اور پیاس کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ پابندیاں بین الاقوامی

قانون کے تحت انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزی ہیں، لیکن بڑی طاقتیں اپنے ویٹو اور مالیاتی غنڈہ گردی کے زور پر انہیں غریب اور کمزور قوموں پر مسلط رکھتی ہیں۔

2. **اس کے برعکس، قرآنی فقہِ مقاطعہ** ایک انتہائی اخلاقی، انسانیت نواز، اور پرامن مزاحمت کا راستہ ہے۔ اسلام دشمن کی جنگی اور معاشی مشینری کا بائیکاٹ کرنے کا تو حکم دیتا ہے، لیکن وہ کبھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ معصوم انسانوں کا پانی، خوراک اور دوائیاں بند کر دی جائیں۔ اسلام کا معاشی بائیکاٹ (مقاطعہ) کمزوروں کی حفاظت کرتا ہے، ظلم کی مالی سرپرستی کو روکتا ہے، اور جیسے ہی دشمن ظلم سے باز آجائے، یہ مقاطعہ فوراً ختم کر دیا جاتا ہے۔

آج کی دنیا، جو امریکہ اور اسرائیل جیسی استحصالی طاقتوں کے معاشی جبر، بلیک میلنگ اور پابندیوں کے بوجھ تلے کراہ رہی ہے، اسے امن کے قیام کے لیے ان کھوکھلے مغربی قوانین کے بجائے قرآنی قانونِ تنازعات کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مغرب کا جبر انسانوں کو بھوکا مار کر غلام بناتا ہے، جبکہ قرآن کا مقاطعہ ظلم کے ہاتھ کاٹ کر انسانیت کو آزاد اور محفوظ کرتا ہے۔

---

[1] Joy Gordon, *Invisible War: The United States and the Iraq Sanctions* (Cambridge, MA: Harvard University Press, 2010), 24–26.

[2] Al-Qurʾān, 2:205.

[3] United Nations, *Charter of the United Nations*, October 24, 1945, 1 UNTS XVI, Article 41.

[4] International Committee of the Red Cross (ICRC), *Geneva Convention Relative to the Protection of Civilian Persons in Time of War (Fourth Geneva Convention)*, August 12, 1949, 75 UNTS 287, Article 33.

[5] David Cortright and George A. Lopez, *The Sanctions Decade: Assessing UN Strategies in the 1990s* (Boulder: Lynne Rienner Publishers, 2000), 22–25.

[6] Al-Qurʾān, 6:164.

[7] Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Maghāzī, Bāb Wafd Banī Ḥanīfah, ḥadīth no. 4372.

[8] Muḥammad ibn Saʿd, *Al-Ṭabaqāt al-Kubrā* (Beirut: Dār Ṣādir, 1968), 5:550.

[9] UN General Assembly, *Universal Declaration of Human Rights*, December 10, 1948, 217 A (III), Article 25(1).

[10] Marc Bossuyt, "The Adverse Consequences of Economic Sanctions on the Enjoyment of Human Rights," UN Sub-Commission on the Promotion and Protection of Human Rights, E/CN.4/Sub.2/2000/33 (Geneva: United Nations, 2000), 12–15.

[11] Sulaymān ibn al-Ashʿath al-Sijistānī (Abū Dāwūd), *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb al-Buyūʿ, Bāb fī Manʿ al-Māʾ, ḥadīth no. 3477.

[12] UN Committee on Economic, Social and Cultural Rights (CESCR), *General Comment No. 8: The Relationship between Economic Sanctions and Respect for Economic, Social and Cultural Rights*, E/C.12/1997/8 (Geneva: United Nations, 1997), para. 3 and 16.
[13] Al-Qurʾān, 4:75.
[14] UN Human Rights Council, *Resolution 27/21: Human rights and unilateral coercive measures*, A/HRC/RES/27/21 (Geneva: United Nations, 26 September 2014), Preamble & Para 1.
[15] Al-Qurʾān, 2:190.
[16] Al-Qurʾān, 2:193.
[17] United Nations, *Rome Statute of the International Criminal Court*, July 17, 1998, 2187 UNTS 3, Article 8(2)(b)(xxv).
[18] ʿAbd al-Malik ibn Hishām, *Al-Sīrah al-Nabawiyyah li-Ibn Hishām* (Beirut: Dār al-Jīl, 1990), 1:350–353.
[19] Al-Qurʾān, 5:8.
[20] UN Office of the High Commissioner for Human Rights (OHCHR), *Guiding Principles on Business and Human Rights: Implementing the United Nations "Protect, Respect and Remedy" Framework* (New York and Geneva: United Nations, 2011), Principle 11, p. 13.
[21] Al-Qurʾān, 5:2.
[22] Al-Qurʾān, 59:5.
[23] Aḥmad ibn ʿAlī al-Rāzī al-Jaṣṣāṣ, *Aḥkām al-Qurʾān* (Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, 1992), 5:304.
[24] ʿAbd al-Malik ibn Hishām, *Al-Sīrah al-Nabawiyyah li-Ibn Hishām*, ed. Muṣṭafā al-Saqqā et al. (Cairo: Sharikat Maktabat wa Maṭbaʿat Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, 1955), 2:191.
[25] Muḥammad ibn Ismāʿīl al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī* (Beirut: Dār Ṭawq al-Najāh, 2001), Kitāb al-Maghāzī, Bāb Ḥadīth Banī al-Naḍīr, ḥadīth no. 4028.
[26] UN General Assembly, *Declaration on Principles of International Law concerning Friendly Relations and Co-operation among States in accordance with the Charter of the United Nations*, October 24, 1970, A/RES/2625 (XXV), Principle 3.
[27] Al-Qurʾān, 4:141.
[28] Al-Jaṣṣāṣ, *Aḥkām al-Qurʾān*, 3:267–268.
[29] Muḥammad ibn Yazīd Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, Kitāb al-Tijārāt, Bāb Aswāq al-Madīnah, ḥadīth no. 2233.
[30] UN General Assembly, *Declaration on the Inadmissibility of Intervention in the Domestic Affairs of States and the Protection of Their Independence and Sovereignty*, December 21, 1965, A/RES/2131 (XX).
[31] Al-Qurʾān, 2:193.